تفسیر کبیر اور تفسیر قرطبی کا تقابلی جائزہ

ڈاکٹر خلیل الرحمن

لیکچرر گورنمنٹ ڈگری کالج نمبر۲، ڈیرہ اسماعیل خان

طاہر محمود

ریسرچ اسکالر، شعبہ قرآن وسنہ جامعہ کراچی

Abstract

This article deals with comparison between two authentic interpretations of Quran Kareem: i.e. " Al- jamie le Ahkam-e-Quran" widely known as "Tafseer-ul-Qurtabi", and "Mafat-e-Hulghib" famous as "Al-Tafseer-ul-Kabeer". Both have acquired remarkable, distinguishing and prominent place, hence considered among the most reliable and authentic sources of Quranic interpretation throughout the Islamic history. The basic difference between the two is that the first one is deemed as a narrative exegesis (interpretation), while the later one is considered as an intellectual and rational interpretation as it is mainly concerned with rational sciences, logical arguments and scientific proofs. This difference of nature and scopes causes ups and downs in variety, quantity and quality of topics dealt with, through reflection of main focus as per requirements of their nature.

Although, there exist many other authentic interpretations too, like "Tafseer Ibn-e-Kathir", but opting these two for comparative study is based on some reasons. The foremost of these reasons is wide range of sciences and various branches of knowledge dealt with therein.

This wide range of topics is supported by several arguments proved on scientific and intellectual basis as well as authentic proofs. They deal with almost all Quranic sciences as well. As concerned with the teachings of Islam, we may note that both have dealt with almost all Islamic directions, instructions and prohibitions for humanity, starting from individual doctrines and worships, and reaching to collective contacts and social relations.

Despite consisting on several contemporary sciences, they impressively

reflect the most glorious feature of never leaving the Shariah arguments aside for the sake of modernism. Hence, both present a glowing role model for those so-called modern exegetes who intentionally or unknowingly try to amend Islam instead of defending it, overwhelmed by western thoughts.Following is the biography of their exegetes, characteristics of these two interpretations, and comparative study that consists on similar and distinguishing features.

Key words: *Tafseer-e-Kabeer, Tafseer-e-Qurtubi, Quranic interpretations, Muslim commentators.*

علوم قرآنی کے بحرِ بے کنار کی اہم ترین اَنواع میں سے ایک نوع علمِ تفسیر ہے۔مشہور مفسّرِ قرآن علاّمہ شہاب الدین محمود بن عبداللہ الحسینی الآلوسیؒ اپنی بے مثال تفسیر ''روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی'' کے مقدّمہ میں علمِ تفسیر کی تعریف ان الفاظ میں نقل فرماتے ہیں:

علـم يبحث فيه عن كيفية النطق بألفاظ القرآن ومدلولاتها وأحكامها الإفرادية والتركيبية ومـعـانيهـا التى تـحمل عليها حالة التركيب وتتمات لذلك كمعرفة النسخ وسبب النزول وقصة توضح ما أبهم فى القرآن ونحو ذلك (۱)

مفتی محمد تقی عثمانی اپنی کتاب علوم القرآن میں مذکورہ بالا اقتباس کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں:

''علمِ تفسیر وہ علم ہے جس میں الفاظِ قرآن کی ادائیگی کے طریقے، اُن کے مفہوم، اُنکے افرادی اور ترکیبی اَحکام اور اُن معانی سے بحث کی جاتی ہے جو ان الفاظ سے ترکیبی حالت میں مراد لئے جاتے ہیں، نیز ان معانی کا تکملہ، ناسخ ومنسوخ، شانِ نزول اور مبہم قصّوں کی توضیح کی شکل میں بیان کیا جاتا ہے''۔(۲)

جب تک آنحضرت ﷺ دُنیا میں تشریف فرما تھے کسی آیت کی تفسیر معلوم کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آسکتی تھی کیونکہ آپ ﷺ، حضرات صحابہ کرام کو قرآنِ کریم کی آیاتِ مبارکہ کے صرف الفاظ ہی نہیں سکھاتے تھے، بلکہ ہر آیتِ مبارکہ کے معانی ومفاہیم یعنی تفسیر بھی بیان فرماتے تھے۔لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تفسیرِ قرآن کو ایک مستقل علم کی شکل میں محفوظ کرنے کی ضرورت پیش آئی تا کہ قیامت تک قرآنِ کریم کے الفاظ کے ساتھ ساتھ اسکے صحیح معانی بھی محفوظ ہو جائیں، اور ملحد وگمراہ لوگوں کیلئے اسکی معنوی تحریف کی گنجائش باقی نہ رہے۔لہٰذا جس علم نے اس ضرورت کا حق ادا کیا، وہ ''علمِ تفسیر'' کہلاتا ہے جس کا موضوعِ بحث قرآنِ کریم ہے، لیکن وہ بجائے خود کئی علوم کے مباحث پر مشتمل ایک جامع علم ہے۔

یہاں اس مختصر مقالہ میں ان تمام لوگوں کی مساعی کا جائزہ احاطہ تحریر میں لانا ممکن نہیں ہے، لیکن قرآنِ کریم کے متعلقہ علوم میں سے ایک اہم ترین علم یعنی علمِ تفسیر کے خصوصی حوالہ سے دو حضراتِ مفسّرینؒ کی کاوشوں کا تقابلی جائزہ اس مقالہ کا اصل موضوع ہے، جس کا تفصیلی بیان آگے آرہا ہے۔

تفاسیر کی بنیادی اقسام

حضراتِ مفسرین نے قرآن کریم کی تفسیر میں مختلف انداز اختیار فرمائے ہیں، تاہم تفاسیر کی درجہ بندی کرتے وقت ہمیں کتبِ تفسیر کی دو بنیادی اقسام ملتی ہیں: (۱) نقلی تفاسیر (۲) عقلی تفاسیر

اول الذکر قسم کا تعلق ایسی تفاسیر سے ہوتا ہے جن میں قرآنِ کریم کی تفسیر کا اُصل مدار قرآنِ کریم کی منقول تفسیر، اس سلسلہ میں وارد شدہ روایات واَخبار اور منقولی مباحث پر ہوتا ہے؛ جبکہ مؤخر الذکر قسم میں قرآنِ کریم کی آیاتِ مبارکہ کی تفسیر، متعلقہ عقلی مباحث ونکات کے بیان اور فکری ونظریاتی رجحانات کی عکاسی کے خطوط پر استوار ہوتی ہے، ایسی تفاسیر میں عقائد اور کلامی مباحث کی فراوانی پائی جاتی ہے، اور عقلی موشگافیوں کا خوب استعمال کیا جاتا ہے۔

ان دو اقسام کے تحت بہت سی تفاسیر آتی ہیں، جن میں سے بعض اپنی حجیت اور استناد کے لحاظ سے معتبر ترین تفسیری مآخذ میں شمار ہوتی ہیں، جبکہ بعض تفاسیر ایسی بھی ہیں جنہوں نے دلائلِ شرعیہ اور سلف صالحین کی تفاسیر کو نظر انداز کر کے تفسیر میں جدّت پیدا کرنے کی کوشش کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایسی تفاسیر میں کئی مقامات پر نہایت سنگین غلطیاں رونما ہوئیں۔ کہیں بے ادبی کا راستہ اختیار کر کے تفریط سے کام لیا گیا، تو کہیں ادب کے نام پر شرعی حدود سے تجاوز کر کے افراط کی راہ اختیار کی گئی، کہیں فلسفہ کی بھول بھلیاں، اور کہیں سائنسی کرشمات کی ظاہری چکاچوند کو تحقیق کی کسوٹی اور حقانیت کا معیار سمجھنا، غرض گمراہیوں، بے اعتدالیوں اور غلطیوں کا ایک جہان آباد ہو گیا۔ ان غلطیوں کے بڑے اسباب میں نااہلیت یعنی تفسیری علوم سے نابلد اور ناواقف ہونے کے باوجود مفسّر بننے کی کوشش، قرآن کریم کو اپنے نظریات کا تابع بنانا، قرآن کریم کا موضوع سمجھنے میں غلطی کرنا، زمانے کے افکار سے مرعوب ہو کر جدّت پسندی کی رو میں بہتے ہوئے ضعیف اور موضوع روایات پر اعتماد، اور رائج الوقت سائنسی تحقیقات سے متاثر ہو کر قرآنی اور اسلامی تعلیمات میں اصلاح وترمیم کی جستجو، معجزات اور کرامات کو سمجھنے میں غلطیاں اور خلافِ عقل اور ماوراءِ عقل کا مسئلہ وغیرہ ہیں۔

لہٰذا ضروری معلوم ہوا کہ تفاسیر کے تقابلی جائزہ میں منقولی اور معقول تفاسیر کا جائزہ لے کر ایسی مستند ترین تفاسیر سامنے لائی جائیں جن میں قرآنی علوم کے ساتھ ساتھ رائج الوقت علوم کا بھی وافر حصہ شامل ہو، لیکن اسکے باوجود ان میں کسی مخصوص ذہنی اور فکری پسپائی یا احساسِ کمتری میں مبتلا ہونے کے بجائے اسلام کی حقانیت کو ثابت کیا گیا ہو۔

چنانچہ بہت سے حضرات مفسّرین نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنی علمی وسعت کے مطابق شرعی دلائل کی بنیاد پر معتبر تفسیری مآخذ کی روشنی میں تفسیرِ قرآن کا یہ حق بجا طور پر ادا کیا۔ شرعی دلائل سے دلائلِ اَربعہ مراد ہیں جو کہ قرآنِ کریم، سنت نبویہ علی صاحبہا السلام، اجماعِ امت اور اہلیت اور شرائط رکھنے والے حضرات علماءِ کرام کا قیاس ہیں۔ جبکہ معتبر تفسیری مآخذ (Sources) سے خود قرآنِ کریم، نبی کریم ﷺ کی اَحادیثِ مبارکہ، اَقوالِ حضرات صحابہ کرام، اَقوالِ حضرات تابعین رحمہم اللہ، لغتِ عرب اور عقلِ سلیم مراد ہیں۔

اگر تحقیق کے اُصولوں پر دیکھا جائے تو دُنیا کے ہر علم وفن کی طرح علمِ تفسیر کے وسیع وعریض، درست اور معتبر ترین مجموعے میں سے بھی ہمیں بعض تفاسیر ایسی ملتی ہیں جو اپنی عالمگیر مقبولیت، جامعیت، صحت ومعیار، منفرد اندازِ بیان، موضوع کی

بہترین عکاسی اور مطابقت، اُصولِ روایت ودرایت کی پابندی، عقائد وتعلیمات کی سلامتی، اُفکار ونظریات کی درستگی اور مشتملات (Contents) کے تحقیقی معیار وغیرہ جیسے عوامل کی بنیاد پر حجیت واستناد کے اس مقام پر فائز ہیں جوانہیں ذخیرہ تفسیر کی اُمّہاتِ کتب میں شمار کرواتا ہے۔

اس عظیم ذخیرہ کی وسعت میں محوِ حیرت ہونے کے بعد یہ داعیہ پیدا ہوا کہ تفسیری خصوصیات کے تقابل میں ایک مختصر مقالہ کی شکل میں اُمّہاتِ تفسیر کتب میں سے فنِ تفسیر کی باریکیوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے بطورِ نمونہ دو منتخب کردہ تفاسیر کا اُصولی تقابل پیش کیا جائے۔

تفسیرِ کبیر اور تفسیرِ قرطبی

اس وقت پیشِ نظر تقابلی جائزہ کیلئے معتبر ترین ذخیرہ تفسیر میں سے جن دو تفاسیر کا انتخاب کیا گیا ہے، ان میں سے پہلی تفسیر علامہ فخر الدّین رازیؒ کی تفسیر ''مفاتیح الغیب'' ہے جو ''التفسیر الکبیر'' کے نام سے معروف ہے، جبکہ دوسری تفسیر علامہ قرطبیؒ کی تفسیر ''الجامع لأحکام القرآن، والمبین لما تضمّنہ من السنّۃ وآی الفرقان'' ہے جو ''تفسیر القرطبی'' کے نام سے مشہور ہے۔

ان دونوں تفاسیر میں قرآنی علوم کے ساتھ ساتھ متعدّد معاصر علوم کو بھی شاملِ بحث کیا گیا ہے، لیکن ان میں شرعی دلائل اور سلفِ صالحین کی تفاسیر سے ہٹ کر کوئی نئی راہ اختیار نہیں کی گئی۔ حضراتِ محققین اور ناقدین نے ان دونوں تفاسیر کی جو خوبیاں بیان کی ہیں، یا انکے جن مقامات پر کلام کیا ہے۔

حضراتِ محققین اور ناقدین نے ان دونوں تفاسیر کی جو خوبیاں بیان کی ہیں، یا انکے جن مقامات پر کلام کیا ہے، نیز مطالعہ ومراجعت کے دوران ان دونوں تفاسیر کی جو خصائص سامنے آئے؛ ان تمام امور کا مختصر، مربوط اور جامع ترین انفرادی بیان اور تقابلی جائزہ پیشِ خدمت ہے۔ البتہ مقام کی مناسبت سے زیادہ تر اُصولی تقابل کو ترجیح دی گئی ہے، لہٰذا پیشِ نظر تحریر انہی خطوط پر استوار کی گئی ہے، اور اختصار کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے انفرادی نوعیت کے اختلافات کو کم سے کم شاملِ بحث کیا گیا ہے۔

تفسیرِ کبیر اور تفسیرِ قرطبی کا تقابلی جائزہ

مذکورہ دونوں تفاسیر کے تقابلی جائزہ میں بنیادی طور پر درج ذیل عنوانات پر بحث کی جائیگی: (۱) وجوہاتِ انتخاب (۲) حالاتِ مصنّفینؒ (۳) دونوں تفاسیر کا اجمالی تعارف اور نمایاں خصوصیات

(۴) دونوں تفاسیر کا تقابلی جائزہ:

(الف) مشترکہ امور (ب) انفرادی اور امتیازی خصوصیات (۵) خلاصہ کلام اور سفارشات

(۱) تقابلی جائزہ کیلئے مذکورہ دونوں تفاسیر منتخب کرنے کی وجوہات

تقابلی جائزہ کیلئے ان دونوں تفاسیر کا انتخاب متعدد وجوہات کی بنیاد پر کیا گیا ہے، ان وجوہات میں جہاں ان تفاسیر کی ذاتی خصوصیات شامل ہیں وہاں اس انتخاب کا باعث بننے والے دیگر خارجی عوامل بھی کارفرما ہیں۔ ان خصائص اور خارجی اُسباب کا

تفصیلی تذکرہ اِن شاء اللہ تعالیٰ آئندہ کے مباحث میں بخوبی واضح ہو جائیگا، البتہ یہاں اہم ترین وجوہات واَسباب کا ذِکر کافی معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ ہیں:

۱۔ دونوں تفاسیر کا شمار مستند ترین ذخیرۂ تفسیر کی اُمہاتِ کتب میں ہوتا ہے، اور تفسیرِ قرآن کی تاریخ میں دونوں ہی ایک لازوال اور منفرد مقام اور حیثیت کی حامل ہیں۔ یہ دونوں تفاسیر قرآنِ کریم کی تفسیر کے ان بنیادی مراجع میں سے ہیں جن سے استغناء ممکن نہیں ہے۔ مشرق ومغرب کے مفسّرین ان کی حجیت ومرجعیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ دُنیا بھر میں جو عالمگیر مقبولیت ان دونوں تفاسیر کو حاصل ہوئی ہے، اس رُتبہ میں تفسیرِ ابنِ کثیر اور تفسیر روح المعانی کے علاوہ ان دونوں تفاسیر کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

۲۔ ان دونوں تفاسیر کے حضرات مصنّفینؒ کی جلالتِ شان اور علمی مقام ومرتبہ تسلیم شدہ ہے۔ ان کی علمی استعداد، تحقیقی صلاحیت، کامل رسوخ، صحتِ عقائد اور درستگی اَفکار ونظریات پر سب کا اتفاق ہے۔ علمِ تفسیر میں انہیں امام مانا جاتا ہے۔ ان کی صلاحیتوں کا مکمل ادراک شاید ہمارے اندازوں اور تخیلات سے بہت آگے کی بات ہے، لیکن انکی تصانیف اس کی شاہدِ عدل ہیں، جن کی ایک ایک سطر ان کے علمی تبحّر کو بخوبی آشکارہ کرنے کیلئے کافی ہے۔ ان دونوں حضراتؒ کے اسی لازوال اور بے مثال تصنیفی سلسلہ کی ایک عظیم ترین کڑی ان کی تفاسیر ہیں، جو پیشِ نظر تقابلی جائزہ کا موضوع ہیں۔

۳۔ یہ دونوں تفاسیر متعدد علوم ومعارف پر مشتمل ہیں۔ ان علوم میں تفسیرِ قرآن، اسکے تمام براہِ راست متعلقہ علوم، متعدد ضروری معاصر مباحث جو بالواسطہ طور پر مقام سے متعلق تھے، انکا علمی وفنی لحاظ سے جامع ترین بیان وغیرہ شامل ہیں۔ لہٰذا متعدد علوم ومعارف پر مشتمل ہونے کی وجہ سے عموماً کسی آیتِ مبارکہ کی تفسیر کا کوئی پہلو سمجھنے کیلئے کسی اور تفسیر کی طرف مراجعت کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

۴۔ ان دونوں تفاسیر میں اگرچہ فنی اور علمی مباحث کی بہتات ہے، تاہم اسکے باوجود یہ دونوں تفاسیر خواص وعوام میں یکساں مقبول ہیں، خصوصاً علمی حلقوں میں انہیں خوب پذیرائی حاصل ہے۔

۵۔ مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات عیاں ہے کہ یہ تفاسیر متعدد علوم کی جامع ہیں۔ یہاں یہ پہلو مدِّ نظر رکھنا نہایت اہم ہے کہ ان میں قدیم دینی علوم کی شمولیت کا ناگزیر ہونا ایک فطری امر ہے کیونکہ ان علوم کا تفسیرِ قرآن کے ساتھ براہ راست تعلق بنتا ہے۔ تاہم اسکے ساتھ ساتھ ان میں دونوں حضرات مصنّفینؒ کے زمانے میں معاصر دیگر علوم کی مروّجہ مباحث پر بھی شرعی نقطۂ نظر سے بحث کی گئی ہے، اگرچہ تفسیر کے ساتھ انکا تعلق بالواسطہ طور پر ہی بنتا ہو۔ لہٰذا آئندہ کسی زمانہ کے معاصر علوم کو تفسیرِ قرآن میں شامل کرنے کیلئے یہ دونوں تفاسیر بہترین رہنما کا کردار بخوبی ادا کرتی ہیں کیونکہ ان میں جس پیرایہ، انداز، اُصول وضوابط اور طریقہ کار کو استعمال کیا گیا ہے، وہ اس سلسلہ میں بہترین اور معیاری کسوٹی بن سکتے ہیں۔

۶۔ ذخیرۂ تفسیر میں بعض تفاسیر ایسی پائی جاتی ہیں جن میں معاصر علوم یا اَفکار ونظریات کو شامل ضرور کیا گیا ہے، لیکن تفسیری علوم میں کامل رسوخ نہ ہونے کی وجہ سیان سے متاثر ہو کر تفسیر میں پیوند کاری کی کوشش اس طور پر کی گئی کہ قرآنِ کریم کے معانی

ومفاہیم اور اُصل پیغام کی حقیقی روح سامنے نہ آسکی۔ ایسا بکثرت ان تفاسیر میں ہوا ہے جو"تفسیر بالرّأی المذموم" کی درجہ بندی میں آتی ہیں۔ ایسی تفاسیر میں گاہے بگاہے ایسی حیران کن باتیں سامنے آتی ہیں کہ عقل ودانش، علمی دیانت وامانت اور تحقیقی پیمانے اپنی صورتِ مثالیہ میں زبانِ حال سے مجسم سراپا احتجاج نظر آتے ہیں کیونکہ ان میں کہیں مصنفین کا اسلامی تعلیمات پر مختلف اشکالات کے اطمینان بخش جوابات سے عاجز ہونا، کہیں معذرت خواہانہ رویّہ میں کمزور جوابات دینا، کہیں اُصل اشکال سے صرفِ نظر کر کے موضوع تبدیل کرنا، کہیں اسلامی تعلیمات کے خلاف اور شریعت سے معارِض معاصِر نظریات کو واضح الفاظ میں درست تسلیم کر کے محقق علماء حضرات کو تنگ نظر، وقت کے تقاضوں سے نابلد، شریعت کے مزاج سے ناواقف اور نہ جانے کتنے ہی القابات وخطابات سے نوازنا، اور کہیں اس سے بھی آگے بڑھ الحاد اور زندقہ کی حدود میں داخل ہوتے ہوئے شریعت کو ایسے قالب میں ڈھالنے کی مذموم کوششیں جو اس سے پہلے کبھی امت میں نظر نہ آسکیں، لیکن اپنی کم علمی اور کج فہمی کے نتیجہ میں اس مصنف نے پوری امت سے ہٹ کر اس روش کو اختیار کیا جسے اگر چہ اس پاکیزہ شریعتِ مطہرہ کے ماننے والوں میں تو بالکل ہی پذیرائی نہ مل سکی، لیکن اس نے اُغیار کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہونے دیا، اور انہیں ایسا فکری مواد فراہم کیا جو ہمارے خلاف استعمال ہوا۔

اس کے برخلاف دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے وہ موفّق خوش نصیب بندے تھے جنہوں نے اپنی تفاسیر میں رائج الوقت علوم اور معاصر اُفکار ونظریات سے جنم لینے والے شبہات کے ایسے اطمینان بخش جوابات دیئے جو اسلامی تعلیمات اور مزاج کے عین مطابق تھے، انہوں نے مروّجہ اُفکار سے مرعوبیت کے بجائے اسلام کی حقانیت کا اثبات کیا، تمام شبہات کے قاطع جوابات دیئے، آئندہ جنم لینے والی فکری گمراہیوں سے نمٹنے کیلئے رہنما اصول وضع کئے، پیغامِ الٰہی کی حقیقی ترجمانی کی، شریعت کی اصل روح پیش کی، اسلامی تعلیمات کا تاقیامت قابلِ عمل اور دُنیا وآخرت کی سعادت وفلاح پر مشتمل واحد نظامِ حیات ہونا ثابت کیا، منقول ومعقول دلائل سے حقانیت کا اثبات کیا، اور روایت ودرایت کے معیاری ترین اصولوں کی پابندی کے ساتھ تمام تحقیقی پیمانوں پر مخالفین کو لاجواب کیا۔ ان سعادت مند حضرات کی تفاسیر میں "مفاتیح الغیب" اور "الجامع لأحکام القرآن" کو نمایاں ترین مقام حاصل ہے۔

۷۔ دینی علوم کے طالبِ علم کا متعدد تفاسیر سے واسطہ پڑتا رہتا ہے، مذکورہ دونوں تفاسیر تقریباً دس سال سے زائد عرصہ سے مسلسل مطالعہ میں ہیں۔ لہٰذا تحریر کیلئے درکار کافی واقفیت ایک مستقل وجہ انتخاب ہے۔

(۲) دونوں تفاسیر کے حضراتِ مصنّفینؒ کے حالاتِ زندگی، خصوصیات اور تصنیفات

(ا): امام فخر الدین رازیؒ (۵۴۴ھ تا ۶۰۶ھ؛ ۱۱۵۰ء تا ۱۲۱۰ء)

"مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)" کے مصنف امام رازیؒ کا پورا نام "محمد بن عمر بن الحسن التیمی الرازیؒ" ہے۔ آپ کی کنیت "أبوعبداللہ"، اور لقب "فخر الدین" ہے۔ آپ کا تعلق قبیلہ "تیم" سے ہے۔

سن ۵۴۴ھ (۱۱۵۰ء) میں طبرستان کے علاقہ "الرّي" میں پیدا ہوئے، جبکہ سنِ وفات ۶۰۶ھ (۱۲۱۰ء) ہے۔ انکے

سببِ وفات کے بارے میں مؤرخین کے مختلف اقوال ہیں، بعض کے مطابق انہیں زہر دیا گیا تھا جو ان کی وفات کا سبب بنا۔ کہا جاتا ہے کہ امام رازیؒ جن باطل فرقوں کے ساتھ مناظرے کیا کرتے تھے، امام رازیؒ کو زہر دینے کی منصوبہ بندی انہی لوگوں نے کی تھی، اس اقدام کے متعلق زیادہ تر ''کرّامیہ'' نامی باطل فرقہ کا نام لیا جاتا ہے کیونکہ امام رازیؒ کی وجہ سے بہت سے باطل پرست اپنے فرقوں کو چھوڑ کر اہلِ سنت کا مذہب اختیار کر چکے تھے، اور اس تناظر میں سب سے زیادہ تعداد فرقہ کرّامیہ چھوڑنے والے افراد کی تھی؛ جبکہ امام رازیؒ اہلِ سنت کے امام ہیں، اور مسلک کے اعتبار سے شافعی ہیں۔

امامؒ طبرستان کے شہر ''ریّ'' میں پیدا ہوئے، اور آپ کا انتقال ہرات میں ہوا۔ آپ نے زندگی میں متعدد اسفار کئے، انکی اہم ترین منازلِ سفر میں خوارزم، ریّ، ماوراء النہر، غزنہ، خراسان اور ہرات بطورِ خاص قابلِ ذِکر ہیں (۳)۔ امام رازیؒ نے انتقال سے پہلے اپنی وصیت تیار کی تھی جو مفاتیح الغیب (تفسیرِ کبیر) کے شروع میں امام رازیؒ کے حالاتِ زندگی کے بیان میں شاملِ اشاعت ہے۔

(ب): خصوصیات:

امام رازیؒ بارعب شخصیت کے مالک، صاحب جاہ ومال، علم وعمل کا پیکر، معرفت وحقیقت کی علامت اور اپنے دور کی ایک عظیم نابغہ روزگار عبقری ہستی تھے جو کئی علوم پر کامل دسترس رکھتے تھے، جن میں علمِ تفسیر، فقہ، اُصولِ فقہ، علومِ لغت، ادب، منطق، فلسفہ، حکمت، علمِ کلام اور علمِ طب نمایاں طور پر قابلِ ذِکر ہیں۔

امام رازیؒ نے اپنے زمانے کے اکابرینِ اہلِ علم سے علم ومعرفت کا اکتسابِ فیض کیا، جن میں امام رازیؒ کے والد بھی شامل ہیں۔ آپکے علمی مقام کا عالم یہ تھا کہ دنیا بھر سے طلباء اور شائقینِ علم آپکی طرف رجوع کرنے لگے۔ آپکے علم وفضل کا اعتراف آج تک دنیا کرتی چلی آئی ہے، اسی اعترافِ فضیلت کے طور پر انہیں ''امام'' کے خطاب سے نوازا گیا، جو آج تک ان کی وجہ شہرت ہونے کے ساتھ انکے علمی مقام اور رُتبہ کی ایک بہت بڑی دلیل ہے، خصوصاً علماءِ اُصول وعلمِ کلام کی عبارات میں جب مطلقاً ''امام'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے امام رازیؒ ہی مراد ہوتے ہیں۔ اگر انکے بارے میں اہلِ علم حضرات کے مختلف اقوال جمع کئے جائیں تو بجائے خود یہ ایک مستقل مقالہ بن جائیگا، اسلئے اختصار کے پیشِ نظر اس سے قطع نظر کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔

امام رازیؒ کو شعر گوئی سے کافی شغف تھا، فی البدیہہ اشعار کہنے میں طاق تھے۔ اپنے خطبات اور وعظ کے دوران بھی حکمت آموز اشعار کا خوب استعمال کرتے تھے۔ وزنِ شعری اور قافیہ بندی کے ساتھ اشعار کی اصل خوبی انکا معنوی حسن اور بے مثال تاثیر کے وہ بلیغ اوصاف تھے جو محفل میں روحانی کیف اور وجد کا عجیب سماں باندھ دیا کرتے تھے۔ عربی اور فارسی زبان میں وعظ اور شعر گوئی کیا کرتے تھے، دونوں زبانوں میں کامل مہارت حاصل تھی، ان کی زیادہ تر تصانیف عربی زبان میں تھیں، بعض تصانیف فارسی زبان میں بھی ہیں، ان کا تفصیلی تذکرہ اگلے عنوان کے تحت آرہا ہے۔ (۴)

(ج): تصنیفات:

امام رازیؒ کا شمار کثیر التصانیف اہلِ علم حضرات میں ہوتا ہے، انہوں نے مختلف منقول اور معقول علوم اور موضوعات پر

بہت سی وقیع اور مستند تصانیف کا ذخیرہ چھوڑا ہے، جس کا اندازہ ان کے تصنیفی ذخیرہ پر ایک سرسری نگاہ ڈالتے ہی ہو جاتا ہے۔ امام رازیؒ کی اہم ترین تصنیف ''مفاتیح الغیب (تفسیرِ کبیر)'' کے شروع میں امام رازیؒ کے حالاتِ زندگی کے بیان میں ان کی سرسٹھ(۶۷) تصانیف کے نام شمار کروائے گئے ہیں۔

1-التفسیر الکبیر-مفاتیح الغیب.	24-کتاب النبض.	47-کتاب المحصول فی الفقہ۔
2-کتاب تفسیر الفاتحۃ۔	25-"الطریقۃ العلائیۃ' فی الخلاف.	48-کتاب الملل والنحل.
3-أسرار التنزیل وأنوار التأویل	26.- "لوامع البینات"	49-رسالۃ فی التنبیہ علی بعض الأسرار المودعۃ
4-المحصول فی علم أصول الفقہ۔	27-فضائل الصحابۃ الراشدین.	50-کتاب الآیات البینات.
5-کتاب المباحث المشرقی.	28-کتاب القضاء والقدر.	51-کتاب شرح عیون الحکمۃ۔
6-کتاب لباب الإشارات.	29-کتاب رسالۃ فی الحدوث.	52-کتاب رسالۃ الجوھر الفرد.
7-المطالب العالیۃ فی الحکمۃ۔	30-کتاب اللطائف الغیاثیۃ.	53-کتاب فی الرمل.
8-"المعالم" فی أصول الفقہ.	31-شفاء العیّ من الخلاف.	54-کتاب مسائل الطب.
9-"المعالم" فی أصول الدین.	32-کتاب الخلق والبعث.	55-کتاب الزبدۃ فی علم الکلام.
10-"المعالم فی أصول الفقہ۔	33-کتاب الأخلاق.	56-کتاب الفراس۔
11-"تنبیہ الإشارۃ" فی الأصول.	34-کتاب الرسالۃ الصاحبیۃ۔	57-کتاب الملخص فی الفلسفۃ۔
12-الأربعین فی أصول الدین.	35-کتاب الرسالۃ المجدیۃ.	58-کتاب الخمسین فی أصول الدین.
13-کتاب سراج القلوب.	36-کتاب عصمۃ الأنبیاء.	59-کتاب الرسالۃ فی النبوات.
14-زبدۃ الأفکار وعمدۃ النظار.	37-کتاب مصادرات إقلیدس.	60-کتاب فی الھندسۃ۔
15-رسالۃ فی السؤال.	38-المباحث العمادیۃ فی المطالب المعادیۃ۔	61-نھایۃ الإیجاز فی درایۃ الإعجاز.
16-کتاب مناقب الإمام الشافعی.	39-کتاب نفثۃ مصدور.	62-کتاب شرح الإشارات.
17-کتاب تفسیر أسماء اللہ الحسنٰی۔	40-کتاب رسالۃ فی ذم الدنیا.	63-کتاب عیون المسائل النجاریۃ۔
18-کتاب تأسیس التقدیس.	41-کتاب طریقۃ فی الخلاف.	64-کتاب تحصیل الحق.
19-کتاب "الطریقۃ' فی الجدل.	42-کتاب إحکام الأحکام.	65-کتاب مؤاخذات علی النحاۃ۔
20-کتاب البیان والبرھان	43-إرشاد النظائر إلی لطائف الأسرار۔	66-تھذیب الدلائل فی علم الکلام.
21-کتاب منتخب تنکلوشا.	44-کتاب رسالۃ فی النفس	67.-کتاب الریاض المونقۃ۔
22-مباحث الوجود والعدم.	45-کتاب المحصل فی علم الکلام	23-کتاب مباحث الجدل
46-الاختیارات العلائیۃ فی تأثیرات السماویۃ۔		

انکے علاوہ آٹھ ایسی کتابیں بھی شمار کروائی گئی ہیں جن کی تصنیف وتالیف کا آغاز امام رازیؒ نے اپنی زندگی میں کیا تھا، لیکن وہ اپنی زندگی میں انہیں پایہ تکمیل تک نہ پہنچا سکے۔ وہ کتب یہ ہیں:

1. کتاب شرح سقط الزند۔ 5 کتاب شرح نہج البلاغۃ۔
2. کتاب شرح کلیات القانون۔ 6. کتاب الجامع الکبیر فی الطب۔
3. کتاب شرح وجیز الغزالی۔ 7. کتاب شرح المفصل للزمخشری۔
4. کتاب فی إبطال القیاس۔ 8. کتاب التشریح من الرّأس إلی الحلق۔

نیز امام رازیؒ نے مذکورہ عربی کتب کے علاوہ فارسی زبان میں بھی بعض تالیفات کی ہیں، ان تین فارسی کتب کا تذکرہ مذکورہ حالاتِ زندگی میں درج کیا گیا ہے: (1) .الرسالۃ الی مالی (2) تھجین تعجیز الفلاسفۃ (3) البراھین البھائیۃ۔

۲۔ ''الجامع لأحکام القرآن'' کے مصنف علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۰۰ھ تا ۶۷۱ھ؛ ۱۲۰۴ء تا ۱۲۷۱ء)

''الجامع لأحکام القرآن (تفسیر القرطبی)'' کے مصنف علامہ قرطبی رحمہ اللہ کا پورا نام ''محمد بن أحمد بن أبی بکر بن فرح الأنصاری'' ہے۔ آپکی کنیت ''أبو عبد اللہ''، اور لقب ''شمس الدین'' ہے۔ آپ کا تعلق قبیلہ ''خزرج'' سے ہے۔ سن ۶۰۰ھ (۱۲۰۴ء) میں اندلس کے شہر قرطبہ میں پیدا ہوئے، اپنی جائے پیدائش کی نسبت سے علامہ قرطبی کے نام سے مشہور ہوئے۔ سقوطِ اندلس کے بعد اسکندریہ کی طرف سفر فرمایا، پھر وہاں سے سرزمینِ مصر کی طرف منتقل ہو گئے جہاں اپنی زندگی کے آخری لمحات تک مقیم رہے، آپ کا انتقال سن ۶۷۱ھ (۱۲۷۳ء) میں ہوا۔

آپ اہلِ سنت کے ممتاز ترین علماء حضرات میں سے ہیں، اور فقہی مسلک کے اعتبار سے مالکی المذہب ہیں۔ البتہ اپنے معتدل مزاج کی وجہ سے دوسرے مسالک کے راجح اقوال کو کافی اہمیت دیتے ہیں۔

(ب): خصوصیات:

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نہایت متقی، پرہیزگار عباد اللہ میں سے تھے۔ انکے اوقات عبادت، فکرِ آخرت اور علمی مشغولیات میں گذرتے تھے۔ تکلفات سے پاک سادہ زندگی بسر کی۔ دینی علوم میں مہارت اور کامل رسوخ کے اس درجہ پر فائز تھے جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا۔

(ج): تصنیفات:

دستیاب معلومات کے مطابق آپ نے تقریباً تیرہ کتابیں تصنیف کیں جو مطبوعہ اور مخطوطہ شکل میں موجود ہیں۔ ان میں سے اہم اور مشہور کتابوں کے نام درج ذیل ہیں:

1- الجامع لأحکام القرآن: تفسیر القرطبی۔ 6- التقریب لکتاب التمہد۔
2- التذکرۃ بأحوال الموت۔ 7- التذکار فی أفضل الأذکار۔
3- أحوال الآخرۃ۔ 8- شرح التقصّی۔

4-کتاب الأسنی فی شرح أسماء اللہ الحسنی۔ 9-أرجوزۃ جمع فیھا أسماء النبی صلّی اللہ علی وسلّم

5-الإعلام بمافی دین النصاری من الفسادوالأوھام 10-قمع الحرص بالزھد والقناعۃ، وردّ ذلّ السؤال بالکتب والشفاعۃ

(۳) دونوں تفاسیر کا اجمالی تعارف اور نمایاں خصوصیات:

ا۔مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر)

یہ امام فخر الدین رازیؒ کی تصنیف ہے، جس طرح روایت کے اعتبار سے تفسیر ابن کثیرؒ نہایت جامع اور بینظیر تفسیر ہے، اسی طرح علوم درایت کے اعتبار سے تفسیر کبیر کا کوئی جواب نہیں۔ اس میں متعدد علوم وفنون کے مباحث بیان کئے گئے ہیں، یہاں تک کہ بعض لوگوں نے اس کتاب پر یہ فقرہ چست کیا ہے: ''فیہ کل شیء إلّا التفسیر'' (اس میں تفسیر کے سوا سب کچھ ہے)۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ فقرہ اس کتاب پر بڑا ظلم ہے کیونکہ حلّ قرآن کیلئے اس تفسیر کا کوئی جواب نہیں ہے۔ اسکی نمایاں خصوصیات کا بیان آگے آرہا ہے۔

تقابلی جائزہ کیلئے اس وقت مفاتیح الغیب (تفسیرِ کبیر) کا جونسخہ پیشِ نظر رکھا گیا ہے وہ لبنان کے شہر بیروت کے مکتبہ دار الکتب العلمیہ سے شائع شدہ اس تفسیر کی چوتھی طباعت (ایڈیشن) ہے، جسکا سنِ اشاعت ۱۴۳۴ھ (۲۰۱۳ء) ہے۔ اس طباعت میں تفسیرِ کبیر کے بتیس حصوں کو سولہ جلدوں میں یکجا کیا گیا ہے، جبکہ سترہویں جلد حروفِ تہجی کی ترتیب سے نو مختلف انواع کی فہارس پر مشتمل ہے جو درج ذیل ہیں:

1. فہرس السّور المفسّرۃ۔
2. فہرس الآیات القرآنیۃ المستدلّ بھافی غیر موضعھا من التفسیر.
3. فہرس الأحادیث النبویۃ۔
4. فہرس الأعلام.
5. فہرس الأمم والشعوب والجماعات والقبائل والعشائر.
6. فہرس الأماکن والبقاع.
7. فہرس القوافی.
8. فہرس أنصاف الأبیات.
9. فہرس المواضیع الکلامیۃ والأصولیۃ والفقھیۃ۔

یہاں یہ واضح رہے کہ مکمل تفسیرِ کبیر امام رازیؒ کی لکھی ہوئی نہیں ہے، بلکہ یہ تفسیر سورِ فتح تک امام رازیؒ نے لکھی، پھر انکا انتقال ہوگیا۔ سورہ فتح کے بعد قاضی شہاب الدین بن خلیل الخولی الدمشقی (متوفی ۶۳۹ھ)، یا شیخ نجم الدین احمد بن محمد القمولی (متوفی ۷۷۷ھ) نے امام رازیؒ کے اندازِ نگارش اور اسلوبِ تحریر کو اس حد تک برقرار رکھتے ہوئے اسکی تکمیل کی کہ کہیں مصنف مختلف ہونے کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ نیز مذکورہ طباعت کی سترہویں جلد یعنی فہارس اصل تفسیر کا حصہ نہیں ہے، یہ ابراہیم شمس

الدین اور احمد شمس الدین کی وضع کردہ فہارس ہیں جو بعد میں اصل کتاب کے ساتھ شاملِ طباعت کی گئی ہیں۔

مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) کی پہلی جلد کا آغاز امام رازیؒ کے مختصر حالاتِ زندگی اور سوانح کے بیان سے ہوتا ہے۔ اسکے بعد ''أول الکتاب'' کے عنوان کے تحت تین فصول، پھر ''اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم'' کے متعلقہ مباحث پر مشتمل ''الکتاب الأول''، جس میں ادبی مباحث پر مشتمل پہلی قسم کے تحت سات ابواب، اور دوسری قسم یعنی أعوذ باللہ کی تفسیر کے تحت چار أبواب ہیں۔ اسکے بعد ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کے متعلقہ مباحث پر مشتمل گیارہ أبواب شامل ہیں۔

پھر اسکے بعد سورۃ الفاتحہ کے متعلقہ مباحث سے قرآنِ کریم کی سورتوں کی تفسیر کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے، جو سولہویں جلد کے آخر میں سورۃ الناس کی تفسیر پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ اور آخر میں سترہویں جلد مختلف انواع کی فہرستوں پر مشتمل ہے۔

(ب): نمایاں خصوصیات:

۱۔ سلف کے أقوال کی جامع تفسیر: آیاتِ مبارکہ کی تفسیر، ترکیب نحوی اور شانِ نزول وغیرہ جیسے متعلقہ مباحث میں متقدّمین مفسّرین حضرات سے جتنے اقوال منقول ہوتے ہیں، امام رازیؒ انہیں ترتیب کے ساتھ منضبط انداز میں بیان کرتے ہیں، جبکہ دیگر تفاسیر میں یہ مباحث عموماً منتشر اور غیر منضبط انداز میں بکھرے ہوئے ملتے ہیں، جن کا خلاصہ نکالنے میں وقت صرف ہوتا ہے، لیکن تفسیر کبیر میں یکجا طور پر ترتیب کے ساتھ مل جاتے ہیں۔

۲۔ أدبی اندازِ بیان میں قرآنِ کریم کی شان وشوکت کا اظہار: قرآنِ کریم کے اندازِ بیان کی شان وشوکت کی پوری تفصیل بیان فرماتے ہیں، اور اس مقصد کیلئے علوم لغت، عربی أدب اور فصاحت وبلاغت میں معانی، بیان اور بدیع کا خوب استعمال کرتے ہیں۔

۳۔ علمِ کلام اور باطل نظریات کی دلائلِ عقلیہ کے ذریعہ تردید: امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں اپنے زمانے میں موجود باطل فرقوں جہمیہ، معتزلہ، کرّامیہ، مجسّمہ، اباحیہ وغیرہ کے عقائد ونظریات کی خوب تردید کی ہے، اور آیاتِ مبارکہ کی تفسیر میں جہاں ان باطل فرقوں نے کوئی معنوی تحریف کرنے کی کوشش کی ہوتی ہے وہاں اسے علمِ کلام کے أصول وقواعد اور عقلی دلائل کی بنیاد پر خوب آشکارہ کرتے ہیں۔

۴۔ فقہی أحکام کا بیان: آیاتِ مبارکہ کی تفسیر میں متعلقہ فقہی مسائل کو دلائل کے ساتھ بیان کرتے ہیں، اور فقہی مسلک کے اعتبار سے شافعی المذہب ہونے کی بنیاد پر فقہِ شافعی کے استنباطات بمع دلائل خصوصی توجہ سے بیان فرماتے ہیں۔

۵۔ ربطِ آیات کا بیان: قرآنِ کریم کی آیاتِ مبارکہ کے درمیان ربط اور مناسبت کی عموماً اتنی بہترین، بے تکلف، دل نشین اور معقول توجیہات بیان فرماتے ہیں کہ ان کی وجہ سے قرآنِ کریم کی عظمت کا غیر معمولی تأثر پیدا ہوتا ہے، اور دل ودماغ پورے اطمینان کے ساتھ اس پر قائل ہو جاتے ہیں۔

۶۔ آیاتِ قرآنیہ اور أحکامِ اسلام کے عقلی اسرار وحکم کا بیان: قرآنِ کریم کی آیاتِ مبارکہ اور شریعتِ اسلام کے أحکام کے پوشیدہ حکمتوں، پنہاں اسرار اور عقلی مصالح پر خوب جامع کلام فرماتے ہیں۔

۷۔ رطب ویابس روایات کا تذکرہ: تفسیرِ کبیر بنیادی طور پر تفسیر بالدّرایت یعنی معقول تفاسیر میں سے ہے، اس میں مذکور روایات میں رطب ویابس، مستند اور غیر مستند دونوں طرح کی روایات مل سکتی ہیں۔

۲۔ الجامع لأحکام القرآن (تفسیر القرطبی)

''الجامع لأحکام القرآن (تفسیر قرطبی)'' اندلس کے نامور محقق عالم علامہ قرطبیؒ کی تصنیف ہے، جو فقہ میں امام مالکؒ کے مسلک کے پیرو تھے۔ اصل میں اس کتاب کا بنیادی موضوع قرآن کریم سے فقہی احکام ومسائل کا استنباط تھا، لیکن اس ضمن میں انہوں نے آیتوں کی تشریح، مشکل الفاظ کی تحقیق، اعراب وبلاغت اور متعلقہ روایات کو بھی تفسیر میں خوب جمع کیا ہے، خاص طور پر روزمرّہ زندگی کیلئے قرآن کریم سے جو ہدایات ملتی ہیں، ان کو اچھی طرح واضح فرمایا ہے۔ اسکی نمایاں خصوصیات کا بیان اگلے عنوان کے تحت آرہا ہے۔

تقابلی جائزہ کیلئے اس وقت الجامع لأحکام القرآن (تفسیرِ القرطبی) کا جو نسخہ پیشِ نظر رکھا گیا ہے وہ لبنان کے شہر بیروت کے مکتبہ دار اِحیاء التراث العربی سے شائع شدہ اس تفسیر کی پہلی طباعت (ایڈیشن) ہے جسکا سنِ اشاعت ۱۴۱۶ھ (۱۹۹۵ء) ہے۔ اس طباعت میں تفسیرِ قرطبی کے بیس حصوں کو دس جلدوں میں یکجا کیا گیا ہے، جبکہ گیارہویں اور بارہویں جلد حروفِ تہجی کی ترتیب سے بارہ مختلف انواع کی فہارس پر مشتمل ہیں۔ واضح رہے کہ مذکورہ طباعت کی گیارہویں اور بارہویں جلد (یعنی فہارس) اصل تفسیر کا حصہ نہیں ہیں، بلکہ فہارس پر مشتمل یہ دونوں جلدیں بعد میں اصل کتاب کے ساتھ شاملِ طباعت کی گئی ہیں۔ وہ فہارس یہ ہیں:

1. فہرس أبجدی بأسماء السّور.
2. فہرس السّور علی ترتیب القرآن الکریم.
3. فہرس الشواہد القرآنیۃ۔
4. فہرس الأحادیث النّبویۃ الشریفۃ وآثار الصحابۃ والتابعین ومشاہیر أقوال المفسّرین.
5. فہرس المسائل الأصولی۔
6. فہرس المسائل الفقھیۃ۔
7. فہرس الأعلام.
8. فہرس الجماعات والفرق.
9. فہرس الأماکن والبلدان.
10. فہرس الأشعار والقوافی والأرجاز .
11. فہرس أبجدیّ بأسماء الکتب التی صرّح الإمام القرطبی بذکر أسمائھا فی تفسیر۔
12. فہرس الشیوخ ومن روی عنھم القرطبی.

الجامع لأحکام القرآن (تفسیر قرطبی) کی پہلی جلد کا آغاز مقدّمات طباعت، علامہ قرطبیؒ کی مختصر سوانح اور علامہ قرطبیؒ کے مقدّمہ تفسیر سے ہوتا ہے۔ اس مقدّمہ میں مفسرؒ نے قرآن کریم اور اسکے متعلقہ امور، فضائل ومناقب، آدابِ تلاوت، قرآنِ کریم میں مشغول لوگوں کے حالات وغیرہ پر مشتمل درج ذیل اٹھارہ ابواب کے تحت تفصیلی کلام کیا ہے۔

1. باب ذکر جمل من فضائل القرآن، والترغیب فیہ، وفضل طالبہ وقارئہ ومستمعہ والعامل بہ۔
2. باب کیفیۃ التلاوۃ لکتاب اللہ تعالی، وما یکرہ منھا وما یحرم، واختلاف الناس فی ذالک۔
3. باب تحذیر أھل القرآن والعلم من الریاء وغیرہ۔
4. باب ماینبغی لصاحب القرآن أن یأخذ نفسہ بہ ولا یغفل عنہ۔
5. باب ماجاء فی إعراب القرآن وتعلیمہ والحث علیہ، وثواب من قرأ القرآن معربا.
6. باب ماجاء فی فضل تفسیر القرآن وأھلہ۔
7. باب ماجاء فی حامل القرآن ومن ھو، وفی من عاداہ۔
8. باب مایلزم قاریء القرآن وحاملہ من تعظیم القرآن وحرمتہ۔
9. باب ماجاء من الوعید فی تفسیر القرآن بالرأی، والجرأۃ علی ذلک، ومراتب المفسرین.
10. باب کیفیۃ التعلم والفقہ لکتاب اللہ تعالی، وسنۃ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم، وماجاء أنہ سھل علی من تقدم العمل بہ دون حفظہ۔
11. باب معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "إن ھذا القرآن أنزل علی سبعۃ أحرف فاقرؤا ما تیسر منہ۔
12. باب ذکر جمع القرآن، وسبب کتب عثمان المصاحف وإحراقہ ماسواھا، وذکر من حفظ القرآن من الصحابۃ رضی اللہ عنھم فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم.
13. باب ماجاء فی ترتیب سور القرآن وآیاتہ، وشکلہ ونقطہ، وتحزیبہ وتعشیرہ، وعدد حروفہ وأجزائہ وکلماتہ وآیہ۔
14. باب ذکر معنی السورۃ والآیۃ والکلمۃ والحرف.
15. باب ھل ورد فی القرآن کلمات خارجۃ عن لغات العرب أولا؟.
16. باب ذکر فی إعجاز القرآن وشرائط المعجزۃ وحقیقتھا.
17. باب التنبیہ علی أحادیث وضعت فی فضل سور القرآن وغیرہ۔
18. باب ماجاء من الحجۃ فی الرد علی من طعن فی القرآن وخالف مصحف عثمان بالزیادۃ والنقصان.

اسکے بعد ''أعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم'' کے متعلقہ مباحث پر مشتمل ''القول فی الاستعاذۃ'' جس میں استعاذہ کے متعلق بارہ مباحث بیان کئے گئے ہیں۔ اسکے بعد ''الکلام علی البسملۃ'' کے تحت ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کے متعلق اٹھائیس مباحث درج کئے گئے ہیں۔ پھر اسکے بعد سورہ فاتحہ کے متعلقہ مباحث سے قرآنِ کریم کی سورتوں کی تفسیر کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے جو دسویں جلد (یعنی تفسیر کے بیسویں حصہ) کے آخر میں سورۃ الناس کی تفسیر پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ اور طباعت کے آخر میں گیارہوں اور بارہویں

جلدیں مختلف انواع کی فہرستوں پر مشتمل ہیں جن کا بیان اوپر گذر چکا ہے۔

(ب): نمایاں خصوصیات:

ا۔''اُمۃ وسطا'' کی حقیقی ترجمانی اور متوازن اندازِفکر: اس تفسیر کی اہم ترین خصوصیت ان بے اعتدالیوں کی نشاندہی اور اصلاح ہے جو اسلام کی حقیقی روح اور مزاج سے ناآشنائی یا دوری کی جہالت، دیگر باطل مذاہب کے زہریلے فکری حملوں، مروّجہ علوم سے جنم لینے والی غلط فہمیوں اور بے بنیاد فلسفیانہ افکار سے مرعوبیت کی وجہ سے مسلمانوں میں اپنی جگہ بنا رہے تھے، اور اعتدال کی سرحدوں سے تجاوز کر کے غیرمحسوس انداز میں اپنی سمت تبدیل کر رہے تھے۔

مثلاً اگر کہیں جدید طبی علوم کی بنیاد بنا کر مادیت پرستی کا دروازہ کھلنے کا اندیشہ تھا تو اسکی اصلاح کی، اسکی مثال سورہ نحل کی آیتِ مبارکہ: ''ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (۵)''کی تفسیر میں علامہؒ فرماتے ہیں:

قال: ولسنا نستظهر على قول نبينا بأن يصدقه الأطباء بل لو كذبوه لكذبناهم ولكفرناهم وصدقناه صلى الله عليه وسلم، فإن أوجدونا بالمشاهدة صحة ما قالوه فنفتقر حيئذ إلى تأويل كلام رسول الله صلى الله عليه وسلم وتخريجه على ما يصح إذ قامت الدلالة على أنه لا يكذب(۶).

ترجمہ: ہم اپنے نبیﷺ کے ارشادِمبارک کی تائید (کا مدار) اُطباء کی باتوں پر نہیں رکھتے، بلکہ اگر وہ نبی کریمﷺ کی تکذیب کرینگے تو ہم ان اطباء کو جھٹلائینگے، اور اگر وہ اُطباء اپنے اقوال کا درست ہونا مشاہدہ سے دکھا دیں تو ہم حضورﷺ کے کلامِ مبارک کی صحیح تاویل (توجیہ) اور تخریج کی طرف جائینگے کیونکہ اس بات کے (ناقابلِ انکار ٹھوس) دلائل ہیں کہ آپﷺ خلافِ واقعہ بات ارشاد نہیں فرماتے۔

اور کہیں ریاضت، محبت اور نفس کشی کے نام پر سلف کے علاج کے طور پر تجویز کردہ طریقوں کو مقصود بالذات عبادات کا درجہ دیدیا گیا، جس کا نتیجہ رہبانیت وغیرہ کی صورت میں نکل کر ہلاکتِ نفس کے اُسباب کا سامان ہو رہا تھا۔ اسکی نہ صرف نشاندہی اور اصلاح کرنے کی کوشش کی بلکہ انتہائی سخت الفاظ میں تردید بھی کی۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت وعظمت اور عقیدت، اور اُنبیاءِ کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر بزرگانِ دین کی محبت وعظمت اور عقیدت بلاشبہ دین کا لازمی حصہ ہے، اور جب کسی چیز کو دین میں داخل مان لیا جائے تو چونکہ دین کی حدود بھی اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت میں طے شدہ ہیں، لہٰذا ان حدود سے تجاوز کرنا شریعت سے انحراف ہے، اور اسے محبت کا تقاضہ قرار دینا نفس اور شیطان کا دھوکہ ہے۔ تفسیر میں اس طرح کے بہت سے مقامات مل جائینگے جہاں علامہؒ نے اس طرح کے مضامین سے بحث کی ہے، یہاں بطورِ مثال سورہ اُعراف کی آیتِ مبارکہ: ''قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ(۷)'' کے تفسیر میں علامہؒ کی عبارت منقول ہے:

وقال أبو الفرج: وقد كان السلف يلبسون الثياب المتوسطة، لا المترفعة ولا الدون، ويتخيرون أجودها

للجمعة والعيد وللقاء الإخوان، ولم يكن تخير الأجود عندهم قبيحا .وأما اللباس الذى يزرى بصاحبه فإنه يتضمن إظهار الزهد وإظهار الفقر، وكأنه لسان شكوى من الله تعالى، ويوجب احتقار اللابس، وكل ذلك مكروه منهي عنه۔ فإن قال قائل تجويد اللباس هوى النفس وقد أمرنا بمجاهدتها، وتزين للخلق وقد أمرنا أن تكون أفعالنا لله لا للخلق .فالجواب ليس كل ما تهواه النفس يذم، وليس كل ما يتزن به للناس يكره، وإنما ينهى عن ذلك إذا كان الشرع قد نهى عنه أو على وجه الرياء في باب الدين .فإن الإنسان يحب أن يرى جميلا .وذلك حظ للنفس لا يلام فيه۔ ولهذا يسرح شعره وينظر فى المرآة ويسوي عمامته ويلبس بطانة الثوب الخشنة إلى داخل وظهارته الحسنة إلى خارج .وليس فى شي من هذا ما يكره ولا يذم(۸).

ترجمہ: اُبوالفرج فرماتے ہیں: بلا شبہ سلف (صالحین) متوسط (یعنی درمیانے درجہ کے) ملبوسات زیب تن کیا کرتے تھے، جو نہ تو بہت فاخرانہ ہوتے اور نہ ہی گھٹیا، اوران درمیانے ملبوسات میں سے جو سب سے بہترین ہوتا اسے جمعہ، عیداور برادرانہ ملاقاتوں کیلئے اختیار کرتے، اور بہترین کے انتخاب میں ان کے نزدیک کوئی قباحت نہیں تھی۔ ہاں ایسا لباس جو پہننے والا کو کمتر دکھائے، اور اسکے ضمن میں زہد اور فقر کا اظہار ہو، گویا کہ وہ زبان (حال) سے اللہ تعالیٰ سے شکایت ہے، اور پہننے والے کو حقیر دکھائے، یہ سب مکروہ ہے اوراس سے منع کیا گیا ہے۔ اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ لباس کا اچھا ہونا نفسانی خواہش ہے جبکہ ہمیں مجاہدہ نفس کا حکم دیا گیا ہے، اور یہ مخلوق کیلئے آراستہ ہونا ہے جبکہ ہمیں حکم ہے کہ ہمارے افعال اللہ کیلئے ہوں مخلوق کیلئے نہیں؛ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نفس کی ہر خواہش مذموم نہیں ہے، اورلوگوں کی وجہ سے ہر آراستہ ہونا بھی مکروہ نہیں ہے، اسکی ممانعت اس وقت ہے جبکہ شریعت نے اس سے منع کیا ہو یا ایسا دینی اعتبار سے ریا کاری کے طور پر ہو؛ کیونکہ انسان (فطری طور پر) اچھا نظر آنا پسند کرتا ہے، اور یہ نفس کا وہ حصہ ہے جس پر کوئی ملامت نہیں، اسی لئے وہ اپنے بالوں میں کنگھی کرتا ہے، آئینہ دیکھتا ہے، عمامہ سیدھا کرتا ہے، کھردرے کپڑے اندر کی طرف اورخوبصورت لباس باہر پہنتا ہے، ان میں سے کوئی بات مکروہ یا مذموم نہیں ہے۔

۲۔ دلائلِ شرعیہ کی روشنی میں معتبر تفسیری مآخذ پر مبنی تفسیر: اس تفسیر میں شرعی دلائل کی روشنی میں معتبر تفسیری مآخذ کی بنیاد پر کلام اللہ کی مراد واضح کی گئی ہے، کوئی بات دلائل کے بغیر اور محض اندازوں اور تخمینوں کی اٹکل پچو کی بنیاد پر نہیں کہی گئی۔ شرعی دلائل اور معتبر تفسیری مآخذ کا تذکرہ سابقہ صفحات میں گذر چکا ہے۔

۳۔ فقہی مسائل پر کلام: فقہ اور اصولِ فقہ کے مسائل کو خوب اچھی طرح تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، یہاں تک کہ بعض اوقات یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ تفسیر پڑھنے کے بعد شاید اب کسی فقہی کتاب کی مراجعت کی ضرورت ہی باقی نہیں۔ مصنف چونکہ مالکی المسلک ہیں، لہٰذا وہ فقہی مسائل کے بیان میں مالکی علماء کے اقوال بڑی وقعت کے ساتھ نقل فرماتے ہیں، اور عموماً مالکی مذہب کی آراء کو ترجیح دیتے ہیں۔ البتہ اس بارے میں مفسرؒ خاصے معتدل مزاج ہیں، اسی لئے وہ دیگر فقہی مذاہب کی آراء اور دلائل کو بہت وقعت سے نقل فرماتے ہیں۔

۴۔ علمِ کلام: تفسیرِ قرطبی میں عقائد اور کلام کے مسائل کو تفصیل سے شاملِ بحث کیا گیا ہے، اور باطل عقائد اور اُفکار

ونظریات کی تردید نقلی وعقلی دلائل کے ساتھ کی گئی ہے، اور باطل ادیان اور فرقوں کے شبہات کے اطمینان بخش جوابات دیئے گئے ہیں۔

۵۔علومِ لغت: اس تفسیر میں صرف، اشتقاق، نحو، معانی، بیان، بلاغت، کلام عرب اور عرب شعراء کے کلام سے بکثرت استشہاد کیا گیا ہے، اور کلامِ عرب سے دوری یا جہالت کی وجہ سے بعض لوگوں جو تفسیری غلط فہمیاں پیش آئی تھیں ان کا بخوبی ازالہ کیا گیا ہے۔

۶۔قرآنی علوم: اس میں علومِ قرآن مثلاً ناسخ منسوخ، قراءت، اعرابِ قرآن، احکامِ قرآن اور استنباطِ اُدلّہ پر تفصیلی کلام کیا گیا ہے۔

۷۔ربطِ آیات: آیاتِ مبارکہ کے درمیان ربط حسبِ حال کہیں مختصراً اور کہیں تفصیل سے نہایت عمدہ طریقے سے بیان کیا گیا ہے۔

۸۔شانِ نزول کا بیان: آیاتِ مبارکہ کے شانِ نزول تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں، اگر کسی آیت کے شانِ نزول کے بارے میں متعدد اقوال ہوں تو ان تمام اقوال کو جمع کیا گیا ہے۔

۹۔اسرائیلیات سے کافی حد تک احتراز: اس تفسیر میں اسرائیلی روایات کا بیان دوسری تفاسیر کے مقابلہ میں نسبتاً کافی کم ہے۔علامہؒ اپنے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

وأضرب عن كثير من قصص المفسرين، وأخبار المؤرخين، إلا مالا بد منه ولا غنى عنه للتبيين، واعتضت من ذلك تبيين آي الأحكام بمسائل تفسر عن معناها، وترشد الطالب إلى مقتضاها، فضمنت كل آية لتضمن حكما أو حكمين فما زاد، مسائل نبين فيها ما تحتوي عليه من أسباب النزول والتفسير الغريب والحكم، فإن لم تتضمن حكما ذكرت ما فيها من التفسير والتأويل، هكذا إلى آخر الكتاب(۹).

ترجمہ: میں مفسرین کے بیان کردہ قصوں، اور مؤرخین کی بہت سی اُخبار سے صرفِ نظر کرونگا، سوائے ان کے جن کے علاوہ چارہ؟ کار نہ ہو اور وضاحت کیلئے ان کا بیان ضروری ہو، اور انکے بدلہ میں آیاتِ اُحکام کی وضاحت ایسے مسائل سے کی گئی ہے جو آیات کا معنی منکشف کریں اور طالب کو انکے تقاضہ کی طرف رہنمائی کریں، لہٰذا ہر آیت (کی تفسیر) ایک یا ایک سے زائد اُحکام کو متضمن ہونے کی وجہ سے ان مسائل پر مشتمل ہے جن میں ہم آیت کے مشتملات یعنی اُسبابِ نزول، غیر واضح کی تفسیر اور حکمتوں کو بیان کرینگے، اور اگر وہ حکمتوں پر مشتمل نہ ہو تو اسکی متعلقہ تفسیر اور تاویل کو بیان کیا ہے۔اور ایسا کتاب کے آخر تک ہے۔

البتہ علامہؒ مقدّمہ میں بیان کردہ اپنی اس شرط کی مکمل رعایت نہیں کر سکے، لہٰذا تفسیرِ قرطبی میں بعض اسرائیلیات کا غیر ضروری تذکرہ ملتا ہے، ایسا عموماً طبعی ظواہر اور تکوینی امور، خصوصاً آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے بیان میں ہوا ہے۔

۱۰۔باطنی مفاہیم: بعض لوگوں نے قرآن کریم کی آیات سے ایسے باطنی مفاہیم اُخذ کرنے کی کوشش کی ہے جو کسی بھی طرح اس آیت کا مصداق نہیں بن سکتے، مصنفؒ نے ایسے باطنی مفاہیم کی بھی تردید کی ہے۔

۱۱۔ متشابہات کی مراد پر کلام: متشابہات (یعنی صفاتِ باری تعالیٰ اور سورتوں کے شروع میں حروف مقطعات وغیرہ) کی حقیقی مراد تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے، تاہم جن علماء نے انکے بارے میں ظنّ کے درجہ میں کلام کیا ہے، اس تفسیر میں مصنفؒ نے ان کا کلام نقل کیا ہے۔

۱۲۔ جامعیت: یہ تفسیر عقائد، عبادات، معاملات، معاشرتی مسائل اور اخلاقیات وغیرہ جیسے ابواب پر سیر حاصل کلام کرتی ہے، لہٰذا یہ زندگی کو تمام شعبوں کے مسائل پر محیط ایک جامع تفسیر ہے۔

(۴) دونوں تفاسیر کا تقابلی جائزہ:

(اَلف): دونوں تفاسیر کے مشترکہ امور:

۱۔ دونوں تفاسیر متاخرین مفسرین حضرات کی تحریر کردہ ہیں۔

۲۔ دونوں کے مصنفین حضراتؒ کی جلالتِ شان اور علمی مقام تسلیم شدہ ہے۔

۳۔ دونوں تفاسیر میں متعدد علوم وفنون کے متعلقہ مباحث کو شامل کیا گیا ہے۔

۴۔ دونوں تفاسیر اپنے اپنے موضوع کے اعتبار سے تفسیر کے اہم، معتبر، مستند اور مقبول ترین بنیادی مآخذ میں شمار ہوتی ہیں۔

۵۔ دونوں تفاسیر میں رائج الوقت افکار ونظریات سے مرعوبیت کے بجائے اسلام کی حقانیت کا اثبات کیا گیا ہے۔

۶۔ دونوں میں مسائل کا اندازِ بیان اپنی بنیادی ساخت کے اعتبار سے ایک ہی ہے۔ جس آیت میں ایک سے زیادہ مضامین کا بیان ہو، وہاں ان کا بیان ''فی الآیۃ مسائل: المسألۃ لأولی:...، المسألۃ الثانیۃ :...، المسألۃ الثالثۃ :...الخ'' کے عنوانات سے کیا گیا ہے۔

۷۔ دونوں میں بعض اسرائیلی روایات بھی آ گئی ہیں، اور ایسا بکثرت تکوینی امور یا سابقہ امتوں کے قصص والے مقامات پر ہوا ہے۔

(ب): انفرادی اور امتیازی خصوصیات:

مفاتیح الغیب (تفسیرِ کبیر):

۱۔ تفاسیر کی درجہ بندی کے اعتبار سے ''تفسیر بالدّرایۃ''، یعنی معقول تفاسیر میں سے ہے۔

۲۔ اس کا اَصل موضوع علومِ درایت کی روشنی میں قرآنِ کریم کی تفسیر ہے۔

۳۔ اس کے مصنف امام رازیؒ شافعی المسلک ہیں۔

۴۔ پوری تفسیر ایک مصنف کی تحریر کردہ نہیں ہے۔ سورہ فتح تک امام رازیؒ کی لکھی ہے، پھر ان کا انتقال ہوگیا۔ سورہ فتح کے بعد قاضی شہاب الدین بن خلیل الخولی الدمشقی (متوفی ۶۳۹ھ)، یا شیخ نجم الدین احمد بن محمد القمولی (متوفی ۷۷۷ھ) نے امام رازیؒ کے اندازِ نگارش کو مکمل طور پر برقرار رکھتے ہوئے اسکی تکمیل کی۔

۵۔ شروع میں طوالت نسبتاً زیادہ ہے، لیکن تفسیر کے آخر تک طوالت یکساں طور پر برقرار نہیں رہی۔

۶۔بعض مقامات پر امام رازیؒ نے جمہور مفسرین سے الگ راہ اختیار کی ہے، مثلاً ''لم یکذب ابراہیم إلاّ ثلث کذبات'' کی حدیثِ صحیح کو رد کیا ہے۔ لہٰذا ایسے تفرّد والے مقامات میں عمل جمہور ہی کے مسلک پر ہونا چاہئے۔

۷۔اسرائیلیات نسبتاً زیادہ ہیں۔

۸۔اسکے شروع میں علوم القرآن پر مشتمل مقدّمہ یا مباحث نہیں ہیں۔

الجامع لأحکام القرآن (تفسیرِ قرطبی):

۱۔تفاسیر کی درجہ بندی کے اعتبار سے یہ تفسیر بنیادی طور پر ''تفسیر بالرّوایہ'' یعنی منقول تفاسیر میں سے ہے۔

۲۔اس تفسیر کا اصل موضوع قرآنِ کریم کی آیات سے فقہی اُحکام کا استنباط ہے، لہٰذا موضوع کے اعتبار سے تفسیرِ اُحکام کی نوع میں شامل ہے۔

۳۔اس کے مصنفؒ مالکی المسلک ہیں۔

۴۔پوری تفسیر ایک ہی مصنف علامہ قرطبیؒ کی لکھی ہوئی ہے۔

۵۔پوری تفسیر میں شروع سے آخر تک تفصیل کا تقریباً ایک ہی انداز ہے۔

۶۔اس میں جمہور کی رائے سے ہٹ کر کوئی غیر معمولی تفرّد اختیار نہیں کیا گیا۔

۷۔اسرائیلیات نسبتاً کم ہیں۔

۸۔شروع میں علوم القرآن کے مباحث کے متعلق اٹھارہ ابواب پر مشتمل تفصیلی مقدّمہ ہے۔

(۵) خلاصہ کلام اور سفارشات:

یہ دونوں تفاسیر متعدد علوم ومعارف پر مشتمل انتہائی جامع تفاسیر ہیں۔قرآنِ کریم کے معانی ومفاہیم، روح، تعلیمات اور مزاج کی حقیقی ترجمانی اور درست ترین عکاسی کے سلسلہ میں جب بھی کوئی دشواری یا ضرورت پیش آتی ہے؛ یہ دونوں تفاسیر اس سلسلہ میں غیر معمولی رہنمائی فراہم کرتی ہیں، اور جب ان سے استفادہ کیا جائے تو علم ومعرفت کے گوہرِ نایاب ہاتھ آتے ہیں۔

ان دونوں تفاسیر کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ دُنیا کی مختلف زبانوں میں آج تک شاید قرآنِ کریم کی بے شمار اور ان گنت تفاسیر معرضِ وجود میں آچکی ہیں، لیکن جب مستند ترین تفاسیر کی ضرورت پیش آتی ہے تو ان میں یہ دونوں تفاسیر بھی اُولین مآخذ میں نمایاں حیثیت کی حامل ہیں۔ان دونوں تفاسیر کے فضائل ومناقب اور حجیت واستناد پر سب اہلِ علم حضرات کا اتفاق رہا ہے۔

البتہ یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ آج کل معاشرے میں سہل پسندی اور اختصار کا رجحان اس قدر زور پکڑتا جارہا ہے کہ اس نے محنت طلب شعبہ ہائے زندگی کو اپنی لپیٹ میں لینا شروع کردیا ہے۔اسی تناظر میں دینی علوم میں کامل رسوخ کیلئے درکار اُصل عربی مآخذ اور مطوّلات کی مراجعت کے بجائے اس طرف متوجہ افراد میں سے کافی بڑی تعداد اپنی مقامی زبانوں میں مختصر کتابوں کی مراجعت پر اکتفاء پر مائل بہ آمادہ نظر آتی ہے، اور تفسیر کے میدان میں یہی حال ہے کہ اپنی اپنی مقامی زبانوں میں مختصر تفاسیر کی مراجعت کو کافی سمجھا جانے لگا ہے۔یہ نہایت سنگین صورتحال ہے کیونکہ بنیادی اور اصل مآخذ سے دوری اور عربی زبان سے

ناواقفیت کی صورت میں تفسیری علم قابلِ اعتماد نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا آج اس بات کی ضرورت ہے کہ تفسیر کی اصل روح اجاگر کرنے، تفسیری علوم سے کماحقہ استفادہ کرنے، قرآنِ کریم کے پیغام اور تعلیمات کی صحیح اور معتبر ترین ترجمانی، اور کامل علمی رسوخ کے حصول کیلئے ان تفاسیر کی مراجعت کی ضرورت پر زور دیا جائے، اور اس سلسلہ میں پیش آمدہ خطرات کے سدِّ باب کا بالکل ابتداء ہی میں سامان بہم کیا جائے، خصوصاً علمی حلقوں میں بنیادی مآخذ کی مراجعت کی پابندی کروائی جائے۔

حوالہ جات

١۔ الآلوسی، الحسینی، شهاب الدین، محمود بن عبدالله (التوفی: 1270ھ)؛ روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، خطبة المفسّر، ج:1، ص:5، الطبعة الثالثة، لبنان، بیروت، دار الکتب العلمیة، 2009ھ.

٢۔ عثمانی، أیضا: علوم القرآن، ص:٤٢٣، کراچی، مکتبہ دار العلوم، ١٤١٥ھ۔

٣۔ الزرکلی، الدّمشقی، خیر الدّین بن محمود بن محمد بن علی بن فارس؛ الأعلام، حرف المیم، مح، ج:6، ص:313 بترقیم الشاملة الموافق للمطبوع، الطبعة الخامسة عشر، دار العلم للملایین، أیار (مایو) 2002م.

٤۔ الرّازی، الإمام فخر الدّین، محمّد بن عمر، التّفسیر الکبیر أو مفاتیح الغیب، ج:1، ص:5–14، الطبعة الرّابعة، بیروت، دار الکتب العلمیة، 1434ھ۔، 2013م.

٥۔ النحل:16/ 69.

٦۔ القرطبی، شمس الدین، الخزرجی، الأنصاری، أبوعبدالله، محمد بن أحمد بن أبی عبدالله بن فرح، الجامع لأحکام القرآن والمبیّن لما تضمّنه من السنّة وآی الفرقان المعروف ب تفسیر القرطبی"، ج: 10، ص: 138، الطبعة الأولی، لبنان، بیروت، دار إحیاء التراث العربی، 1416ھ، 1995م.

٧۔ الأعراف:7/ 32.

٨۔ القرطبی، أیضا؛ ج:7، ص:. 197.

٩۔ القرطبی، أیضا؛ مقدّمة المؤلّف، ج: 1، ص:. 3.